مرثیہ درحال حضرت علی اکبرؑ

مولانا سید صادق حسین عقیلؔ برادر حضرت ماہرؔ ابن زین العلماء سید علی حسین

(۰)

(الحق کوئی حسینؑ سا صابر ہوا نہیں)
(لاکھوں ستم اٹھائے پہ کچھ بھی گلہ نہیں)
(اک حرف لب پہ شکر خدا کے سوا نہیں)
(گزرے ہیں تین روز کہ پانی پیا نہیں)
(کرتے ہیں ضبط پیاس کا صابر بھی ایسے ہیں)
(بے حد جفائیں سہ کے بھی بشاش کیسے ہیں)

(۵)

یہ صبر ہوتا حضرت ایوبؑ سے بھلا
یوسفؑ کے غم میں ہوش نہ یعقوبؑ کو رہا
یہ کام انبیائؑ سلف سے نہیں ہوا
سبطِ نبیؐ پہ خاتمۂ صبر ہوگیا
حق نے دیا یہ مرتبہ حضرت کے واسطے
ایسا پسر فدا کیا امت کے واسطے

(۶)

لکھا ہے بعد قتل علمدارؑ حق شناس
جز شکل مصطفیؐ نہ رہا شہؑ کے کوئی پاس
طاری تھا دل پہ صدمۂ عباسؑ بے قیاس
بیٹھے تھے سر جھکائے شہنشاہؑ دیں اُداس
میداں میں سب عزیز تھے بے جاں پڑے ہوئے
تھے پہلوئے امامؑ میں اکبرؑ کھڑے ہوئے

(۷)

کہتے تھے شاہؑ اب کسے بھیجوں پئے وغا
سب تو شہید ہوگئے انصار و اقربا
عباسؑ ہیں حیات نہ قاسمؑ سا مہ لقا
دو لاکھ میں حسینؑ اکیلا فقط رہا
اکبرؑ بھی نامراد جہاں سے جو جائے گا
پھر کون اس غریب کا لاشہ اُٹھائے گا

(۸)

ہم صورتِ رسولؐ کی شہؑ پر پڑی نظر
دیکھا جو روتے باپ کو ٹکڑے ہوا جگر
پہلو سے ہٹ کے سامنے آئے جھکائے سر
تسلیم کرکے کی یہ گزارش کہ اے پدر
حاجت روائے خلق، امام کبیر ہیں
نام خدا حضور تو روشن ضمیر ہیں

(۹)

مطلب ہمارا آپ پہ سب آشکار ہے
حضرت کا حال دیکھ کے دل بے قرار ہے
خادم رضائے جنگ کا امیدوار ہے
اب زندگی حضور مجھے ناگوار ہے
جاؤں جہاد کے لئے ارشاد کیجئے
آقا غلامِ خاص کو آزاد کیجئے

(۱۰)

فرمایا شہؑ نے یہ نہ سناؤ پسر مجھے
روتا ہوں آپ تم نہ رُلاؤ پسر مجھے
تنہائی میں نہ چھوڑ کے جاؤ پسر مجھے
اپنا بھی داغ تم نہ دکھاؤ پسر مجھے
صورت لہو میں چاند سے بھرنے کو بھیج دوں
اٹھارہویں برس تمہیں مرنے کو بھیج دوں

(۱۱)

فرزند اپنا کوئی بھی کھو دیتا ہے کہیں
طالب ہو مجھ سے جنگ کے اے جان شاہ دیں
باعث یہ ہے کہ صاحب اولاد تم نہیں
ہوتا پسر جو آپ کے اے میرے مہہ جبیں
دیتے کبھی نہ آن کے داغ اپنا باپ کو
ہوتی پسر کی قدر اُسی وقت آپ کو

(۱۲)

مر جائے وہ پسر کہ نہ جس کا جواب ہو
یہ اور بھی غضب ہے جو سنِ شباب ہو
یہ داغ وہ ہے جس سے کلیجہ کباب ہو
ہو سنگ بھی اگر تو ابھی آب آب ہو
ٹکڑے جگر کو کرتا ہے لخت جگر کا داغ
آساں نہیں ہے اے علی اکبرؑ پسر کا داغ

(۱۳)

ہوگا یہ ہم سے اے علی اکبرؑ بتاؤ تم
ہم دیکھیں اور تیغ و سناں رن میں کھاؤ تم
پالا تھا کیوں اسی لئے مرنے کو جاؤ تم
پیری میں ہم کو داغ جوانی دکھاؤ تم
کاہے کو خوں میں چاند سی تصویر بھرتے ہو
کیوں عالم جوانی کو برباد کرتے ہو

(۱۴)

جاؤ ابھی نہ دشت میں تم بہرِ کارزار
ہے شاق مجھ کو زندگی شاہد ہے کردگار
ہونے ہیں جا کے شیعوں کے اوپر ہمیں نثار
تم گھر سے اہلبیتؑ سے بچوں سے ہوشیار
خدمت گزاری کرنا ہر اک دل ملول کی
یہ سونپتا ہوں تم کو امانت رسولؐ کی

(۱۵)

زندہ رہو گے تم جو زمانے میں اے پسر
لاشہ مرا رہے گا نہ جلتی زمین پر
پاپال لاش کو نہ کریں گے یہ بدگہر
سائے میں رکھنا دھوپ سے تم لاشہ پدر
جب شمر ذبح کر چکے تشنہ دہن مجھے[1]
تم دینا اپنے ہاتھ سے گور و کفن مجھے

(۱۶)

(کئی دن) سے خود علیل ہے سجادؑ مہ جبیں
نا طاقت و ضعیف ہے وہ بیکس و حزیں
اب جز تمہارے اے علی اکبرؑ کوئی نہیں
گر قتل تم بھی ہو گئے اے جانِ شاہ دیں
غسل و کفن نہ دیں گے ستمگر حسینؑ کو
پھر قبر بھی نہ ہوگی میسر حسینؑ کو

(۱۷)

کیوں اے پسر یہ ظلم یہ ایذا قبول ہے
بے گور خاک پر رہے لاشہ قبول ہے
پامال لاش کو کریں اعدا قبول ہے
در در پھرے اسیر ہو کنبہ قبول ہے
تم کو گوارا ہوگا کہ ظلم و ستم سہیں
بلوے میں بے نقاب تمہاری پھوپھی رہیں

---

(۱) آئے گا کوئی رونے نہ سید کی لاش پر — رونا تمہیں ہمارے تن پاش پاش پر

(۱۸)

اکبرؑ نے کی یہ عرض کہ اے شاہؑ نیک خو
مر جائے گا غلام نہ ارشاد یہ کرو
برپا ستم جہان میں ایسا کبھی نہ ہو
خادم کے ہوتے جائیں جو حضرت جہاد کو
آگے مرے شہید خدا کا حبیب ہو
یہ روز بد نہ دیکھنا مجھ کو نصیب ہو

(۱۹)

بیوؤں کا پردہ آپ ہی کے دم سے ہے بڑا
یہ کام دیجئے نہ مجھے بہر کبریا
رانڈوں کے سر پہ آپ سلامت رہیں سدا
سایہ رہے حرم پہ ہمیشہ حضور کا
جب تک جہاں میں فاطمہ زہراؑ کا لال ہے
بولے کوئی حرم سے یہ کس کی مجال ہے

(۲۰)

اب دل یہ مانتا نہیں ہرگز غلام کا
بس دیجئے خدا کے لئے رخصت وغا
شیعوں پہ کیجئے مجھے اے شاہ دیں فدا
حضرت نہ جائیں سر یہی خادم کٹائے گا
ہوگی جو میرے آگے شہادت امامؑ کی
پھر آبرو رہے گی نہ باقی غلام کی

(۲۱)

فرمایا شہؑ نے سر نہ کٹاؤ ابھی پسر
دل مانتا نہیں ہے نہ جاؤ ابھی پسر
صورت یہ خاک میں نہ ملاؤ ابھی پسر
اپنا نہ داغ ہم کو دکھاؤ ابھی پسر
مجھ کو بڑا سہارا ہے پیری میں آپ کا
کھوتے ہو لطف زندگی کیوں اپنے باپ کا

(۲۲)

جاؤ نہ تم اگرچہ لٹے میرا گھر تلک
جینے کا ہے مزا علی اکبرؑ پسر تلک
آرام دل کو ملتا ہے لخت جگر تلک
باقی ہے نور آنکھوں کا نور نظر تلک
یہ داغ دے کے جاؤ گے دل پر جو باپ کے
مر جائے گا حسینؑ بھی مرنے سے آپ کے

(۲۳)

اکبرؑ نے سر کو رکھ دیا پائے امامؑ پر
پھر عرض کی دوبارہ یہ ہاتھوں کو باندھ کر
اب دیجئے رضا مجھے اے شاہِؑ بحر و بر
صابر ہیں آپ، صبر ہمیں کیجے اے پدر
اس مرتبہ یہ خادم کمتر عزیز ہے
شیعوں سے بھی سوا علی اکبرؑ عزیز ہے

(۲۴)

یہ سن کے خوب روئے شہنشاہؑ دیں پناہ
افلاک تھرتھرا گئے کی ایک ایسی آہ
فرمایا شاہ دیںؑ نے کہ اے میرے رشک ماہ
اب تم کو روکنے کے نہیں ہم خدا گواہ
شیعوں کو اپنے حق سے ابھی بخشوائیں گے
اچھا سدھارو داغ تمہارا اُٹھائیں گے

(۲۵)

تسلیم کر کے شہؑ کو چلے پھر سوئے خیام
زینبؑ کے پاس آ کے کیا آخری سلام
آتے ہی بس پھوپھی کو دیا موت کا پیام
کی عرض ہاتھ جوڑ کے حاضر ہے یہ غلام
اذنِ جہاد لے چکا شاہؑ انام سے
دیں آپ بھی رضا کہ لڑوں فوجِ شام سے

(۲۶)

جانے کا نام سنتے ہی جاتے رہے حواس
فرمایا لو اسی لئے آئے ہو میرے پاس
کہتے ہو دے چکے ہیں رضا شاہؑ حق شناس
مرنے کو جاؤ دشت میں ہو کس لئے اداس
راضی تو کر کے آئے ہو مرنے پہ باپ کو
اب احتیاج کیا مرے کہنے کی آپ کو

(۲۷)

اب آج سے نہ بولوں گی تم سے خفا ہوں میں
کیوں پوچھتے ہو مالک و مختار کیا ہوں میں
اکبرؑ پکارے کیوں ہو خفا بے خطا ہوں میں
کیوں آپ سے نہ طالبِ اذنِ وغا ہوں میں
تم سا بھی کون چاہنے والا ہے اے پھوپھی
اٹھارہ سال آپ نے پالا ہے اے پھوپھی

(۲۸)

یہ پوچھتا ہوں آپ سے انصاف سے کہو
میں ہوں عزیز آپ کو یا شاہؑ نیک خو
مرنا مرا قبول ہے یا شہؑ کا آپ کو
راہِ خدا میں کون بتاؤ نثار ہو
گر آپ سے رضائے وغا ہم نہ پائیں گے
پھر آپ رن میں سبط نبیؐ سر کٹائیں گے

(۲۹)

فرمایا کوئی بھائی سے پیارا نہیں مجھے
مرنے کو جائیں وہ یہ گوارا نہیں مجھے
مشکل کچھ ایسا داغ تمہارا نہیں مجھے
پر کیا کروں کہ موت سے چارہ نہیں مجھے
داغ حسینؑ دل پہ یہ زینبؑ اُٹھائے گی
تقدیر آج بھائی سے مجھ کو چھڑائے گی

(۳۰)

اے میری جان (آپ) پہ قربان ہو پھوپھی
بیٹا تمہارے مرنے سے بچ جائیں گر اخی
تم ایسے لاکھ بیٹے تصدق کروں ابھی
کیوں کر مگر یقین ہو اے صورتِ نبیؐ
بعد از تمہارے اور بھی قسمت الٹ نہ جائے
ڈرتی ہوں سر حسینؑ کا خنجر سے کٹ نہ جائے

(۳۱)

مجھ کو ابھی یہ دیتے تھے سلطان دیں خبر
اب دوپہر میں ہوگا یہ برباد میرا گھر
تیغوں سے کاٹے جائیں گے ستر دوتن کے سر
ہم بھی کریں گے تشنہ دہن اے بہن سفر
ہم ہوں گے جب شہید تو در در پھروگی تم
بلوے میں بے نقاب کھلے سر پھروگی تم

(۳۲)

آخر تو ہے تمہاری طرف سے پھوپھی کو یاس
پھر رن سے آؤ پھر کے نہیں اب یہ دل کو آس
جلدی ہے ایسی کس لئے جانا نہ ہو اداس
دو اک گھڑی تو اور رہو تم ہمارے پاس
ہے ہم سے آج آخری رخصت یہ آپ کی
جی بھر کے اور دیکھ لوں صورت یہ آپ کی

(۳۳)

یوں تو جو ذی حیات ہیں اک دن مریں گے سب
پر ہے تمہارے مرنے کا صدمہ مجھے عجب
اٹھارہواں برس ہوا تم کو شروع جب
پیاسے چلے زمانے سے ناشاد ہے غضب
بن بیاہا تم سا لال ستم ہے کہ جاں سے جائے
ایسا بھی نامراد نہ کوئی جہاں سے جائے

(۳۴)

رہ رہ کے مجھ کو ہوتا ہے اس بات کا الم
مر جائے تم سا لال نہ جائیں جہاں سے ہم
بے سہرا باندھے تیغ (سے) ہوئے یہ سرقلم
صورت ملے یہ چاندسی مٹی میں ہے ستم
برباد ہائے ہوتا ہے عالم شباب کا
آیا نہ راس تم کو یہ موسم شباب کا

(۳۵)

اکبرؑ بھی روئے خوب سا سنتے ہی یہ کلام
زینبؑ سے کی یہ عرض کہ اے خواہر امامؑ
خدمت میں رہتا آپ کے حاضر ابھی غلام
پر کیا کروں کہ اب نہیں تاخیر کا مقام
مہمان تھوڑی دیر یہ آفت نصیب ہے
اب وقت انتقال ہمارا قریب ہے

(۳۶)

زینبؑ پکاری جاؤ سدھارو پئے جہاد
سونپا خدا کو اے مرے ناشاد و نامراد
پر یہ کہے میں دیتی ہوں رکھنا تم اس کو یاد
آئے پیامِ موت جو اے میرے خوش نہاد
میدان سے ضرور مرے پاس آئیو
بیٹا پھوپھی کو آخری صورت دکھائیو

(۳۷)

اکبرؑ نے پھر سلام کی خاطر جھکایا سر
پھر آئے واں سے تھیں جہاں بانوئے خوش سیر
دیکھا یہ آ کے غش میں پڑی ہیں زمین پر
شانہ ہلا کے پھر یہ کہا تھام کے جگر
جاتا ہوں سر یہ دینے کو امت کے واسطے
اماں اٹھو میں آیا ہوں رخصت کے واسطے

(۳۸)

گھبرا کے غش سے بانو نے آنکھوں کو کھولا آہ
ہم صورت رسولؐ پہ حسرت سے کی نگاہ
فرمایا اس کلام سے حالت ہوئی تباہ
کیوں خیر ہے یہ کیا کہا اے میرے رشکِ ماہ
مادر کے دل کے واسطے یہ داغ لائے ہو
کیوں بے چراغ گھر مرا کرنے کو آئے ہو

(۳۹)

مرنے کا نام لیتے ہو کیسا یہ کیا کہا
یہ تو ہے آج آپ کا طرز سخن نیا
کیا شاد میرا دل کیا شاباش مرحبا
ہوتے ہو کیوں جدا علی اکبرؑ یہ کیا ہوا
پیری میں داغ آپ کا دل پر نہ لوں گی میں
میدان کی رضا تمہیں ہرگز نہ دوں گی میں

(۴۰)

جانے دوں مرنے آپ کو دل مانتا نہیں
ارمان میرا کوئی بھی پورا ہوا نہیں
دولہا بنے نہیں ابھی سہرہ بندھا نہیں
بالکل مزا جوانی کا تم کو ملا نہیں
بتلاؤ ہم سے آپ کے مرنے کے دن ہیں یہ
اے میرے لال پھولنے پھلنے کے دن ہیں یہ

(۴۱)

اتنا تو ٹھہرو دیکھ لیں دولہا بنا کے ہم
دل شاد کر لیں ہاتھوں میں مہندی لگا کے ہم
اکبرؑ پکارے آج ہیں مہماں قضا کے ہم
نزدیک ہے نشانہ ہوں تیر جفا کے ہم
اب ہم اجل سے بیاہ کی مہلت نہ پائیں گے
ناشاد و نامراد زمانے سے جائیں گے

(۴۲)

شادی یہی ہے راہ خدا میں میں ہوں نثار
اس عالم شباب میں مرنے کی ہے بہار
صابر ہیں آپ صبر کریں ہوں نہ بے قرار
انسان کا اجل سے بھلا کیا ہے اختیار
زندہ رکھے خدا صد و سی سال باپ کو
فرزند ہم سا اور بھی ممکن ہے آپ کو

(۴۳)

میرا سفر ہے رونے کا سامان کیجئے
اب بیاہ کا ہمارے نہ ارمان کیجئے
اذن وغا میں دیر نہ اس آن کیجئے
راہ خدا میں شیعوں پہ قربان کیجئے
کچھ فائدہ ہے آپ کے آنسو بہانے سے
آیا ہے جو وہ جائے گا اک دن زمانے سے

(۴۴)

بیکار رنج و صدمہ ہے آہ و فغاں بھی ہے
بتلایئے اجل سے کسی کو اماں بھی ہے
راہی عدم کو طفل بھی پیر و جواں بھی ہے
جس شے کی ہے بہار پھر اُس کی خزاں بھی ہے
اکثر یہ داغ صاحبِ اولاد پاتے ہیں
کیا اک ہمیں زمانے سے ناشاد جاتے ہیں

(۴۵)

اب آپ ہی حضور یہ انصاف سے کہیں
کیوں کر جگر نہ ٹکڑے ہو آنسو نہ کیوں بہیں
آگے ہمارے ظلم وستم شاہؑ دیں سہیں
یہ حال ہوئے باپ کا ہم دیکھتے رہیں
جاں اپنی شہؑ کی جان سے کیوں کر عزیز ہو
بتلایئے پدر سے مجھے سر عزیز ہو

(۴۶)

یہ کیا غضب ہے پاس نہ شہؑ کا کرے پسر
مرنے نہ جائے پھر تو کہو کیا کرے پسر
کس طور سے بھلا یہ گوارا کرے پسر
پیاسا پدر شہید ہو دیکھا کرے پسر
بیزار زندگی سے جو سبط رسولؐ ہو
کیوں کر نہ اپنی مرگ جوانی قبول ہو

(۴۷)

قاسمؑ کی ماں نے شاہ پہ صدقے کیا پسر
زینبؑ نے دو پسرؑ کئے قربان بھائی پر
لاشوں پہ بھی پھوپھی نہ ہوئیں اُن کے نوحہ گر
پر آپ کو حضور میں پیارا ہوں کس قدر
برگشتہ میری اور بھی تقدیر ہو نہ جائے
تن سے کہیں قلم سر شبیرؑ ہو نہ جائے

(۴۸)

ہے ہے یہ وقت ہاتھ سے جاتا ہے کیا کروں
کیوں کر سر اپنا جا کے پدر پر فدا کروں
آتا ہے دل میں، تیغ سے یہ سر جدا کروں
آئے ابھی جو موت تو شکر خدا کروں
پیاسوں کا ہائے خون لب نہر بہہ گیا
اکبرؑ سا بے نصیب زمانے میں رہ گیا

(۴۹)

جو سن میں ہم سے کم تھے اُنہیں آگئی قضا
اور نہر علقمہ پہ چچا کا لہو بہا
اب جز ہمارے کون ہے جو سر کرے فدا
تنہا کھڑے ہیں رن میں شہنشاہؑ کربلا
نکلی ہزار حیف نہ یہ آرزو مری
باقی جہان میں نہ رہی آبرو مری

(۵۰)

بانو کے ہوش اُڑ گئے سُن سُن کے یہ کلام
فرمایا جاؤ اے مرے دو دن کے تشنہ کام
اکبرؑ نے ماں کو آخری جس دم کیا سلام
چلائیں دل کو تھام کے بانوئے نیک نام
رحلت ہے اب جہاں سے مرے نونہال کی
دولت ہماری لٹتی ہے اٹھارہ سال کی

(۵۱)

رخصت جو ہو کے ماں سے چلے جانبِ قتال
بانو کے دل پہ چھایا ہجومِ غم و ملال[1]
چلائی سر کو پیٹ کے اے میرے نونہال
صورت دکھادو غیر ہے صدمے سے ماں کا حال
کیوں کر کہوں کہ صبر جدائی میں آئے گا
مجھ سے تمہارا داغ اٹھایا نہ جائے گا

(۵۲)

ہوتا ہے اس بہار میں میرا خزاں یہ باغ
آخر تو اس ضعیفی میں دیتے ہو اپنا داغ
جاتے ہو گل کئے ہوئے گھر کا مرے چراغ
خوشبو سنگھا دو پھر کہ معطر رہے دماغ
ہے آرزو کہ آخری دیدار دیکھ لوں
پھر سر سے تا قدم تمہیں اک بار دیکھ لوں

(۵۳)

روتے ہوئے پھرے علی اکبرؑ بحال یاس
آئے جھکائے پھر سر پُر نور ماں کے پاس
دل میں ہوا جو جوش محبت کا بے قیاس
یہ کہہ کے اٹھ کھڑی ہوئی بانوئے حق شناس
صدقے میں لاکھ جان سے اپنے جوان پر
سینے سے پھر ہمارے لپٹ جاؤ آن کر

(۵۴)

مرنے کو تم تو جاتے ہو اے میرے نیک خو
لانے نہ پائی بیاہ کے میں چاند سی بہو
اے میرے گھر کی روشنی اے میرے ماہ رو
پوری یہ کردو آخری اس ماں کی آرزو
بس اک نظر بنا ہوا دولہا میں دیکھ لوں
اتنا تو ٹھہرو باندھ کے سہرہ میں دیکھ لوں

(۵۵)

ہاتھوں کو جوڑ کر علی اکبرؑ نے دی قسم
بہرِ خدا نہ کیجئے اس بات کا الم
ناشاد ہم چلے تو چلے، کیا ہے اس کا غم
مہلت اجل سے پائیں گے اب ہم نہ ایک دم
مرنے کی ہے ہوس دل اندوہناک میں
سب حسرتیں حضور کی ملتی ہیں خاک میں

(۵۶)

غم میں ہمارے خون جگر اب نہ پیجئے
داغ جدائی میرا کلیجے پہ لیجئے
اکبرؑ کو آج شیعوں پہ قربان کیجئے
جاتے ہیں اب ہماری خطا بخش دیجئے
ہے آخری یہ اور بھی مطلب غلام کا
پانی پہ دینا فاتحہ اس تشنہ کام کا

(۵۷)

یہ کہہ کے پھر سلام کی خاطر جھکایا سر
ماں نے کہا کہ عمر دراز اے مرے پسر
بیٹا تمہارے غم میں نہ ٹوٹے مری کمر
تم کو ہمیشہ دیکھ کے ٹھنڈا رہے جگر
صورت یہ آ کے ماں کو دکھانا نصیب ہو
جاؤ سدھارو پھر تمہیں آنا نصیب ہو

(۱) بانو کے دل پہ اور بھی صدمہ ہوا کمال

(۵۸)

خیمہ سے آفتاب شہؑ دیں ہوا عیاں
اللہ رے نور چہرے کا روشن ہوا جہاں
خدام لائے مرکب چالاک نا گہاں
رکھا قدم رکاب میں بس کھول کر عناں
تھا اُس گھڑی جوانی کا عالم بہار پر
کس حسن سے سوار ہوئے راہوار پر

(۵۹)

ڈیوڑھی سے دیکھتی تھی یہ بانو جگر فگار
چلائیں سر کو پیٹ کے اے میرے گلعذار
بیٹا تمہارے حسن جوانی پہ ماں نثار
وسواس آ رہے ہیں مرے دل میں بار بار
ایسا حسین خلق ہوا ہے بشر کہیں
ڈرتی ہوں لگ نہ جائے کسی کی نظر کہیں

(۶۰)

فاقوں پہ اور پیاس کی شدت پہ ماں نثار
ان ابروؤں پہ چشم مروت پہ ماں نثار
ان گیسوؤں پہ، اس قد و قامت پہ ماں نثار
ہم صورتِ نبی تری صورت پہ ماں نثار
چہرہ ہے مثل مہر درخشاں چمک رہا
خوشبو سے ہے تمام یہ صحرا مہک رہا

(۶۱)

آمد ہے ہم شبیہِ رسالت پناہؐ کی
دہشت سے کانپتی ہے زمیں رزمگاہ کی
باقی نہیں ہے جان بدن میں سپاہ کی
ہے واہ وا کی دھوم کہیں آہ آہ کی
صل علیٰ کی عرش سے آواز آتی ہے
رونے سے شاہ دیںؑ کے زمیں تھرتھراتی ہے

(۶۲)

کس رعب و دبدبہ سے اُڑاتے عقاب آئے
یوسف جمال اکبر عالی جنابؑ آئے
غل پڑ گیا، نہ فوج پہ کیوں کر عتاب آئے
لو سامنے شبیہ رسالت مآبؐ آئے
اب فیصلہ ہے خاتمۂ جنگ اب کی ہے
غصے میں شیر آتا ہے چتون غضب کی ہے

(۶۳)

اس شیر پر بھی ہو گئے غالب جو اب کی ہم
بس یہ سمجھ لو ہو گئے تنہا شہ اممؑ
عباسؑ ہیں نہ عونؑ نہ قاسمؑ سا ذی حشم
بے یاور و رفیق ہوئے جب تو کیا ہے غم
مہلت ذرا نہ دیں گے شہ مشرقینؑ کو
دو دن کا پیاسا قتل کریں گے حسینؑ کو

(۶۴)

یہ ذکر تھا جو سامنے آئے بعز و جاہ
فرمایا کیا ارادہ ہے اے قوم رو سیاہ
اب بھی کرو جو بیعت سلطان دیں پناہ
تم کو اماں ہے تیغ سے میری خدا گواہ
میں خاک میں غرور سبھوں کا ملاؤں گا
گر یہ نہیں تو خون کا دریا بہاؤں گا

(۶۵)

یارو ہماری تیغ میں برش غضب کی ہے
توبہ کرو نہیں تو اجل آج سب کی ہے
کچھ بھی تمہیں خبر مرے نام و نسب کی ہے
ہم صورت رسولؐ ہوں یہ جا ادب کی ہے
اکبرؑ ہے نام ظالمو! اس تشنہ کام کا
ہوں لختِ دل حسین علیہ السلام کا

(٦٦)

حسب ونسب میں تم سے میں بہتر ہوں یا نہیں
میں رشتہ دار فاتح خیبر ہوں یا نہیں
پہچانو! ہم شبیہ پیمبرؐ ہوں یا نہیں
بولو! مطیعِ خالقِ اکبر ہوں یا نہیں
کیوں بے گناہ قتل کا سامان کرتے ہو
کس کا کیا ہے خون جو بے جان کرتے ہو

(٦٧)

گمراہو! راہ راست پہ آنا ضرور ہے
دو دن کی زندگی میں تمہیں یہ غرور ہے
مہمان کو ستاتے ہو غیرت سے دور ہے
تعزیر کیوں یہ دیتے ہو کوئی قصور ہے
کرتے ہو کیوں ستم یہ امام غیور پر
آب رواں کو بند کیا کس قصور پر

(٦٨)

کیوں منحرف ہو قبلۂ ایماں حسینؑ ہیں
روح نبیؐ ہیں فاطمہؑ کی جاں حسینؑ ہیں
پانی پلا دو نہر سے مہماں حسینؑ ہیں
بیکس غریب و بے سرو ساماں حسینؑ ہیں
<u>بتلاؤ[1] ابن ساقیٔ کوثر نہیں حسینؑ</u>
<u>کیوں شہ سوار دوش پیمبرؐ نہیں حسینؑ</u>

(٦٩)

کیسے ہو بے حیا تمہیں یارو اثر نہیں
کیا اُن کے عز و جاہ سے تم کو خبر نہیں
سید کو قتل کرتے ہو خوف و خطر نہیں
ایمان اپنا کھوتے ہو اُن کا ضرر نہیں
ایذا ہے نیک کے لئے دنیائے زشت میں
وہ تو یہاں سے جائیں گے سیدھے بہشت میں

(٧٠)

تم کیا بھلا ستا کے غریبوں کو پاؤ گے
سادات کا لہو جو زمیں پر بہاؤ گے
بے دین ہو کے کافرو! دنیا سے جاؤ گے
اس کی سزا ضرور قیامت میں پاؤ گے
یاں مبتلا رہو گے عذاب الیم میں
اور بعد مرگ جلنا ہے نار جحیم میں

(٧١)

اے ظالمو! خدا سے ڈرو رحم اب کرو
غیرت کی جا ہے یا نہیں؟ انصاف سے کہو
قدرت خدا کی نہر سے سیراب تم تو ہو
اور تین دن سے پیاسے ہیں سلطان نیک خو
ایسا ستایا شاہؑ کو بیزار جی سے ہیں
کرتے ہیں ضبط پیاس کا صابر وہی سے ہیں

(٧٢)

مہمان کو ستاتے ہو یارو حیا نہیں
گذرے ہیں تین روز کہ پانی پیا نہیں
لاکھوں ستم اٹھائے پہ ان کو گلہ نہیں
ایسا کوئی جہان میں صابر ہوا نہیں
سید سے بے دیار سے بیکس سے لڑتے ہو
ہم جتنی طرح دیتے ہیں تم سر پہ چڑھتے ہو

(٧٣)

اس کا تمہیں غرور ہے اے قوم رو سیاہ
ہے تین لاکھ سے بھی سوا کثرت سپاہ
تنہا نہیں ہیں سبط نبیؐ بھی خدا گواہ
حاضر ہیں جن پئے مددِ شاہِ دیں پناہ
مائل ہو طبع جب کہ شہ مشرقینؑ کی
سب وحش و طیر آئیں مدد کو حسینؑ کی

(۱) کیوں نام پنجتنؑ کا جہاں سے مٹاتے ہو☆اندھیر ہے چراغ پیمبرؐ بجھاتے ہو

(۷۴)

سن کر رجز یہ ہنس کے پکارے وہ بدشیم
کہئے نہ آپ اس سے سوا جانتے ہیں ہم
اچھا کریں یزید کی بیعت شہؑ امم
پھر سر کریں گے سبط نبیؐ کا نہ ہم قلم
دیویں گے جام لا کے ابھی اپنے ہاتھ سے
پانی اُنھیں پلائیں گے ٹھنڈا فرات سے

(۷۵)

مانیں نہ مانیں ہم کو جو لازم تھا کہہ دیا
مختار اپنے فعل کے ہیں شاہؑ کربلا
پر ایک بات سے یہ ہمیں رنج ہے بڑا
از راہ دوستی کے یہ کہتے ہیں ہم کو کیا
آفت میں ہو شریک عبث اپنے باپ کی
آتا ہے رحم ہم کو جوانی پہ آپ کی

(۷۶)

جو آج کل شریک شہؑ کربلا کا ہے
ایذا ہے اس کو قحط بھی آب و غذا کا ہے
راحت کے بدلے سامنا جور و جفا کا ہے
زندہ نہیں وہ بچنے کا، مہماں قضا کا ہے
کی جس نے آج آن کے بیعت یزید کی
بس ہے اُسی کے واسطے دولت برید کی

(۷۷)

لازم یہی ہے رحم جوانی پہ کھائیے
یہ موسم شباب نہ اپنا لٹائیے
ناشاد و نامراد جہاں سے نہ جائیے
بہتر ہے اب ہماری طرف آپ آئیے
دنیا میں پھر حضور کو کیا احتیاج ہے
سب آپ ہی کے واسطے یہ تخت و تاج ہے

(۷۸)

کس دھوم دھام سے تمھیں دولہا بنائیں گے
شادی کے جوڑے بھاری سے بھاری پنہائیں گے
سارے جہاں کو بیاہ کا کھانا کھلائیں گے
ہم شام میں حضور کو یوں لے کے جائیں گے
ہوئیں سوار آپ تو جاہ و حشم کے ساتھ
نیزے پہ سر چلے شہؑ دیں کا حرم کے ساتھ

(۷۹)

ہوگی جلو میں آپ کی یہ فوج بے حساب
ہم بھی چلیں گے تھامے ہوئے آپ کی رکاب
اور ساتھ آپ کے رہیں زینب بھی بے نقاب
بلوے کو دیکھ دیکھ کے آئے اُنھیں حجاب
حاکم ہے گر سنے گا تو لینے کو آئے گا
مسند پہ اپنے پاس برابر بٹھائے گا

(۸۰)

سنتے ہی اس کلام کے حالت ہوئی تباہ
غصہ سے سرخ ہوگیا چہرے کا رنگ آہ
تیور بدل کے غیظ سے دیکھا سوئے سپاہ
فرمایا تاب اب نہیں ہم کو خدا گواہ
ڈرتے نہیں ہو قہر خدا تم پہ آتا ہے
بس بس زباں سنبھالو فلک تھرتھراتا ہے

(۸۱)

گمراہو! کیوں غرور کے کرتے ہو یہ کلام
دیتے ہو طمع زر کی ہمیں اے گروہ شام
طالب ہیں دین کے ہمیں دنیا سے کیا ہے کام
خواہش کریں جو دولت و زر کی شہؑ انام
عرصہ نہ ہوئے حکم شہ انس و جان سے
برسے طلا و نقرہ کا مینہ آسمان سے

(۸۲)

گو عالم شباب ہے اٹھارہواں برس
پر اپنے بیاہ کی ہمیں مطلق نہیں ہوس
مر جائیں راہ حق میں یہی آرزو ہے بس
پر کیا کریں کہ موت سے اپنا نہیں ہے بس
اتنی بھی آج زندگی دنیا میں شاق ہے
یہ گلشن جناں کا ہمیں اشتیاق ہے

(۸۳)

ہم کو تو دھوم دھام سے دولہا بناؤ گے
اور نام پنجتن کا جہاں سے مٹاؤ گے
ہم کو تو بھاری بیاہ کے جوڑے پہناؤ گے
اور ننگے سر پھوپھی کو ہماری پھراؤ گے
اکبرؑ تو کیوں جہان میں مسند نشیں رہے
اور بے کفن یہ لاشہ سلطان دیں رہے

(۸۴)

یہ بھی ستم سنا نہیں اب تک خدا گواہ
ہوئیں پدر تو قتل مرے رن میں بے گناہ
در در پھریں پھوپھی مری با حالتِ تباہ
اور ہو جہان میں علی اکبرؑ کا بیاہ واہ
ہوئے عزا میں بیاہ کا ساماں سنا نہیں
ایسا کوئی جہان میں دولہا بنا نہیں

(۸۵)

ایسے بھی ہم ہیں چھوڑ دیں شاہؑ ہدا کا ساتھ
پھر جائیں ان سے اور دیں اہل جفا کا ساتھ
جو نیک ہیں وہ دیتے ہیں آل عبؑا کا ساتھ
کافر کے ہوں شریک نہ دیں ہم خدا کا ساتھ
آفت میں شہؑ کو چھوڑ دوں راحت کے واسطے
ایمان کھو دوں ہاتھ سے دولت کے واسطے

(۸۶)

شاہوں سے بڑھ کے مرتبہ یارو ہمارا ہے
دنیا کے مال و زر سے ہمیں خود کنارا ہے
ایمان دینا ہاتھ سے تم کو گوارا ہے
اپنا چلن نہیں یہ طریقہ تمہارا ہے
ایمان کھویا فاسق و بے پیر کے لئے
بھولے خدا کو تم زر و جاگیر کے لئے

(۸۷)

شامی کباب ہوگئے سن سن کے یہ بیاں
غصے سے نکلا ایک زبردست پہلواں
اکبرؑ نے لی نیام سے شمشیر دو زباں
جھنجھلا کے پاس آیا وہ تانے ہوئے سناں
چاہا خزاں ہو باغ نبیؐ کا بہار میں
اکبرؑ نے دو سناں کو کیا ایک وار میں

(۸۸)

پھر ہاتھ میں سنبھال کے گرزِ گراں کو آہ
شامی نے اس کا وار کیا وا مصیبتاہ
اکبرؑ نے خالی دے کے لیا گرز واہ واہ
شرمندہ پھر تو اور ہوا دل میں رو سیاہ
محجوب ہو کے ابن شہؑ انس و جان سے
تلوار اس نے کھینچ لی جھنجھلا کے میان سے

(۸۹)

بولا شقی کہ تیغ سے میری اماں نہیں
تعریف اس کی کاٹ کی ہوئے زباں نہیں
سر بر ہو اس سے کوئی یہ تاب و تواں نہیں
اس کا بھی وار رد کرو ایسے جواں نہیں
دنیا میں اس کے زخم کی کوئی دوا نہیں
جس پر گری یہ تیغ وہ زندہ بچا نہیں

(۹۰)

اکبرؑ پکارے خیر ہنر تیغ کے دکھا
اب یہ بھی رہ نہ جائے ترے دل کا حوصلہ
کر تو ہی وار پہلے نہیں خوف مطلقا
یہ سن کے اس نے وار کیا بڑھ کے تیغ کا
خالی جو دے کے وار کیا ذوالفقار کا
باقی رہا غرور نہ اس نابکار کا

(۹۱)

گھوڑے سے بس زمین پہ دو ہو کے گر پڑا
سیدھا وہ ناری جانبِ نارِ سقر گیا
پھر غل یہ ایکبارگی دو لاکھ میں ہوا
شیر خدا نے دیکھنا مرحب کو دو کیا
ہے زور اس میں فاتح بدر و حنین کا
کیوں کر نہ ہو کہ لختِ جگر ہے حسینؑ کا

(۹۲)

بولا عمر کہ یارو یہ کرتے ہو کیا غضب
غالب نہ ہوگے اس پہ اکیلے لڑو نہ اب
عرصہ ہوا لڑائی کروگے یہ فتح کب
چاروں طرف سے ٹوٹ پڑیں اس جری پہ سب
غم میں رُلاؤ اس کے شہؑ مشرقین کو
اکبرؑ کا داغ دو کہیں جلدی حسینؑ کو

(۹۳)

یہ سن کے بے قرار ہوئیں زینبؑ حزیں
بکھرا کے بال سر کے رکھی خاک پر جبیں
درگاہ کبریا میں یہ رو کر دعائیں کیں
فریادرس مرا کوئی تیرے سوا نہیں
کیوں کر بچے گی جان مرے نونہال کی
یا رب کمائی لٹتی ہے اٹھارہ سال کی

(۹۴)

تو ہے رحیم یوسف ثانی پہ رحم کر
پیری میں اب رسولؐ کے جانی پہ رحم کر
ہم صورتِ نبیؐ کی جوانی پہ رحم کر
سولہ پہر کی تشنہ دہانی پہ رحم کر
ہم کو تو آسرا ہے فقط تیری ذات سے
اکبرؑ کو زندہ پھیر کے لا اب فرات سے

(۹۵)

صدموں سے جان اب تو مرے لب پہ آئی ہے
ناحق ہمیں رلاتے ہیں کیا، بے حیائی ہے
پردیس میں ستایا ہے، ہم کو دوہائی ہے
اکبرؑ پہ تین لاکھ کی رن میں چڑھائی ہے
خشکی میں ڈوبتی ہوئی کشتی کو تھام لے
اے منتقم سپاہ سے تو انتقام لے

(۹۶)

مصروف تھیں دعا میں ابھی وہ فلک مقام
جو ہر طرف (سے) ٹوٹ پڑے رن میں اہل شام
ہم صورت نبیؐ بھی بڑھے تول کے حسام
اپنا ہنر دکھانے لگا اسپ خوش خرام
پھر بادپا ہوا سا اُڑا جی کو توڑ کر
غل تھا پری اُڑی وہ پرستان چھوڑ کر

(۹۷)

کیا چال ہے کہ تیز روی کا یہ حال تھا
اس بادپا کے آگے نہ پہنچے کبھی ہوا
دم بھر میں ایک ایک پہ قہر خدا گرا
اس صف پہ جا پڑا کبھی اُس صف پہ جا پڑا
لاشوں سے سارا دشت بلا[1] اس نے بھر دیا
اعدا کے باغ عمر کو پامال کر دیا

(۱) دغا

(۹۸)

قدرت خدا کی تھی فرس سیم تن کی چال
ملتی ہے اس سے مرکب خیبر شکن کی چال
یوں سر جھکا کے چلتا تھا جیسے دلہن کی چال
تھی شیر کی جو جست تو بالکل ہرن کی چال
رفتار قہر کی تھی تو سرعت غضب کی تھی
غش ہو پری بھی دیکھ کے صورت غضب کی تھی

(۹۹)

شمشیر کے بیاں ہوں ہنر، یہ زباں کہاں
نظروں میں تھی کبھی تو عیاں اور کبھی نہاں
بجلی سی کوندتی ہوئی آئی یہاں وہاں
گہہ بیرقیں قلم کیں گرائے کبھی نشاں
دریائے خوں میں پیدل و اسوار گرتے تھے
مثل حباب دشت میں سر بہتے پھرتے تھے

(۱۰۰)

آئی اِدھر چمک کے اُدھر سے نکل گئی
آ کر گری جو خود پہ، سر سے نکل گئی
اللہ ری صفائی، جگر سے نکل گئی
چارآئینہ کو کاٹا، کمر سے نکل گئی
کفار کی لڑائی کو بے رنگ کردیا
گھوڑے کو اور سوار کو چورنگ کردیا

(۱۰۱)

چلائے اہل شام پیمبرؐ کا واسطہ
ہم سے وغا نہ کیجئے سرورؑ کا واسطہ
بخشو قصور خالق اکبر کا واسطہ
تلوار روکو فاتح خیبرؑ کا واسطہ
بس، دو پناہ غیر ہے حالت سپاہ کی
اب آپ کو قسم ہے رسالت پناہؐ کی

(۱۰۲)

بس رحم آیا اکبرِؑ عالی مقام کو
قبلہ کے سمت پھر گئے روکا حسام کو
بڑھ کر پکارا شمر یہ افواج شام کو
بے جاں کرو شبیہ رسولؐ انام کو
اس شیر کو نشانۂ تیر ستم کرو
تیغوں سے نونہالِ حسینی قلم کرو

(۱۰۳)

یہ سن کے جمع ہوگئی بھاگی ہوئی سپاہ
برسائے تیر پھر تن نازک پہ بے گناہ
زخموں سے چور چور ہوئے وا مصیبتاہ
اکبرؑ کی جب کہ ضعف سے حالت ہوئی تباہ
ہے ہے خزاں وہ باغ امام زمن کیا
پھر آ کے پاس تیغوں سے ٹکڑے بدن کیا

(۱۰۴)

برچھی لگی جو سینے پہ ٹکڑے جگر ہوا
پھر اور بھی تمام بدن خوں میں تر ہوا
بہنے سے خوں کے اور بھی دوران سر ہوا
دشوار پھر تو ٹھہرنا رہوار پر ہوا
تیور جو آئے گھوڑے سے غش کھا کے گر پڑے
نزدیک تھا کہ عرش بھی تھرا کے گر پڑے

(۱۰۵)

اکبرؑ پکارے باپ کو تشریف لائیے
لیکن پھوپھی کو پردے میں بٹھلاتے آئیے
برچھی جگر پہ کھائی ہے صورت دکھائیے
اب وقت آخری ہے ہمیں دیکھ جائیے
پورا خدا کے فضل سے یہ مدّعا ہوا
قدموں پہ آپ کے علی اکبرؑ فدا ہوا

(۱۰۶)

یہ سن کے تھرتھرا کے زمیں سے اُٹھے حسینؑ
سر پیٹتے چلے سوئے میداں بشور و شین
کہتے تھے بار بار یہی شاہؑ مشرقین
آتا نہیں نظر ہمیں اے میرے نور عین
ہے آرزو کہ پھر سے تمہیں دیکھ پائیں ہم
کیوں کر تمام ہو یہ مسافت جو آئیں ہم

(۱۰۷)

ہم کیا کریں کہ ضعف سے چلنا محال ہے
تم جیسے واں سدھارے پدر کا یہ حال ہے
بیزار زندگی سے یہ زہراؑ کا لال ہے
دل میں ہمارے درد کی شدت کمال ہے
یہ اور بھی ضعیفی میں مجھ پر ستم ہوا
اے نور عین نورِ بصارت بھی کم ہوا

(۱۰۸)

تم لوٹتے ہو خاک پہ اور گرم ہے زمیں
زخموں سے اور درد کی شدت نہ ہو کہیں
کس جا پڑے ہو خاک پہ اے جانِ شاہ دیں
آئیں کدھر، جواب دو اے میرے مہ جبیں
پیری میں یہ نشانی ہمیں آپ دے گئے
بالکل مزا حیات کا ساتھ اپنے لے گئے

(۱۰۹)

کہتے تھے ایک ایک سے سلطان بحر و بر
اے یارو تم نے دیکھا ہے میرا کہیں پسر
بتلا دو اب جدائی سے بیتاب ہے جگر
ضعف بصر سے کچھ نہیں آتا مجھے نظر
کچھ کام ہے میں جاؤں گا لختِ جگر کے پاس
پہنچا دے ہاتھ تھام کے کوئی پسر کے پاس

(۱۱۰)

اس کا پتہ میں دیتا ہوں ڈھونڈو تو اب ہے
ابرو تو ہیں ہلال، وہ خود آفتاب ہے
وہ مہ لقا شبیہ رسالت مآبؐ ہے
رخ (سے) نمود سبزہ ہے سن شباب ہے
اور دوش پر ہیں گیسوئے مشکیں پڑے ہوئے
یوسفؑ سے بھی ہیں حسن میں درجے بڑھے ہوئے

(۱۱۱)

کس ابر میں بتاؤ نہاں ہے وہ رشک بدر
روشن جہاں تھا جس سے، کہاں ہے وہ رشک بدر
ہم صورت رسول زماںؐ ہے وہ رشک بدر
اب لے چلو ہمیں بھی، جہاں ہے وہ رشک بدر
کیسی جفا اُٹھائی ہے اٹھارہ سال میں
کیا آگیا ہلال ہمارا زوال میں

(۱۱۲)

(کوئی مجھے) بتا دے کدھر ہے جواں مرا
کس سر زمین پر ہے وہ نام و نشاں مرا
تیغوں سے باغ ہوگیا ٹکڑے کہاں مرا
بے چین دل ہے کیا ہوا آرامِ جاں مرا
کس چاہ میں بتا دے وہ یوسف لقا گرا
جس سے مزا تھا جینے کا میرے وہ کیا ہوا

(۱۱۳)

اکبر نے جب سنی یہ صدائے شہؑ زمن
چلائے اِس طرف کو پڑا ہے یہ خستہ تن
اب جلد آیئے یہیں اے شاہ بے وطن
طاقت نہیں کلام کی، یہ خشک ہے دہن
صورت ہماری بھر گئی گرد و غبار میں
برچھی کا پھل لگا ہے دلِ بے قرار میں

(۱۱۴)

آواز کی طرف کو امامؑ زمن چلے
ہاتھوں سے دل سنبھالے بہ رنج ومحن چلے
کس حسرت وقلق سے یہ کرتے سخن چلے
پیاسے جہاں سے اے مرے تشنہ دہن چلے
طے کرنا اتنی راہ مجھے اب تو شاق ہے
اب دیکھنے کا آپ کے یہ اشتیاق ہے

(۱۱۵)

کرتے تھے بار بار یہ تقریرِ دل خراش
بیٹا! دل حسینؑ ہے صدموں سے پاش پاش
ملتا نہیں تمہارا پتا کر چکا تلاش
یہ کہتے تھے کہ آئے شہؑ دیں قریب لاش
سبط نبی کو وہ در مقصود کب ملا
آرامِ جانِ شاہِ زمن جاں بلب ملا

(۱۱۶)

خوشبو پسر کے خون کی آئی ہوا میں جب
سر پیٹ کر پکارے یہ سلطانِ تشنہؑ لب
غش بار بار آتے ہیں اب ضعف کے سبب
بیٹا بتا دو ہم سے کہ ہو کتنے دور اب
اکبرؑ پکارے آپ جہاں ہیں یہیں تو ہوں
پہچانتے نہیں علی اکبرؑ میں ہی تو ہوں

(۱۱۷)

یہ سن کے بیٹھے خاک پہ سلطان مشرقینؑ
اکبرؑ کے سر کو زانو پہ رکھا بشور وشین
ملنے لگی زمین کیئ یاس کے یہ بین
کہتے تھے بار بار کہ اے میرے نور عین
تیروں سے ہے تمام بدن یہ چھنا ہوا
مجھ سے بتاؤ اے علی اکبرؑ یہ کیا ہوا

(۱۱۸)

اٹھو سب اپنا حال مفصل سناؤ تو
زخمی کہاں کہاں پہ ہوئے ہو بتاؤ تو
برچھی لگی کہاں علی اکبرؑ دکھاؤ تو
دامن عبا کا سینے سے جلدی ہٹاؤ تو
کس جا بدن پہ ہائے وہ زخم اجل لگا
دیکھوں تو کیا کلیجے میں برچھی کا پھل لگا

(۱۱۹)

اکبرؑ نے اپنے سینے سے دامن جو اُلٹا آہ
دیکھا کہ زخمی ہو گیا دل وا مصیبتاہ
بیتاب دیکھ کر ہوئے سلطان دیں پناہ
فرمایا حال ہوئے تمہارا نہ کیوں تباہ
برچھی لگی یہ زور سے، صورت بدل گئی
سینے کو توڑا پشت کے باہر نکل گئی

(۱۲۰)

(یہ باپ تجھ) پہ اے مرے رشک قمر نثار
تجھ نور عین پر کیا نور نظر نثار
اے مہ لقا پسر علی اکبرؑ، پدر نثار
سولہ پہر کی پیاس پہ، اس زخم پر نثار
برگشتہ آج ہوگئی تقدیر کیا کروں
کم ہو جگر کا درد میں تدبیر کیا کروں

(۱۲۱)

یہ سن کے روئے خوب سا ہم صورت رسولؐ
شہؑ سے کہا یہ عرض ہماری ہو اب قبول
مہمان تھوڑی دیر ہے یہ بے کس وملول
اب صبر ہم کو کیجئے رونے سے کیا حصول
خیمہ میں لے چلو یہ گزارش حضور ہے
مرتے ہوئے میں دیکھ لوں ماں کو ضرور ہے

(۱۲۲)

لاشا اُٹھا کے لے چلے سلطانِؑ بحر و بر
طے کرکے راہ پہنچے جو حضرت قریبِ در
زینبؑ کھڑی تھیں ڈیوڑھی پہ اُن کی پڑی نظر
چلائیں لوگو تھام لو آکر مرا جگر
ہلتا ہے دشت بھائی کی فریاد و آہ سے
اکبرؑ شہید ہو کے پھرے قتل گاہ سے

(۱۲۳)

خیمہ میں لائے لاش کو سلطانِ نامدار
مسند پہ پھر لٹا کے شہ دیں بحالِ زار
تشریف لائے خیمہ سے محزون و بے قرار
روئے یہ اہلبیتؑ ہوا حشر آشکار
لاشے سے پھر لپٹ کے جو زینبؑ نے آہ کی
اُس دم زمین ہلنے لگی خیمہ گاہ کی

(۱۲۴)

پہلو میں بیٹھیں لاشۂ اکبرؑ کے آن کر
لے کر بلائیں خوب سا روئی وہ نوحہ گر
سن کر صدا پھوپھی کی تڑپنے لگا جگر
اکبرؑ نے آنکھیں کھول کے دیکھا اِدھر اُدھر
بولے کہ جان اپنی ابھی سے نہ کھویئے
دل ٹکڑے ہوتا ہے پھوپھی اماں نہ رویئے

(۱۲۶)[۱]

رو لینا میرے بعد یہ وقت بکا نہیں
عرصہ مری وفات میں بالکل رہا نہیں
رونے سے کیا حصول ٹلے گی قضا نہیں
ارمان جو ہے دل میں وہ اب تک کہا نہیں
سن لیجئے اسے نہیں مہلت نہ پائیں گے
یہ آرزو بھی لے کے زمانے سے جائیں گے

(۱۲۷)

دنیا سے ہم تو جاتے ہیں اب دیر کچھ نہیں
صدمہ یہ ہے کہ رہ گئے تنہا امامؑ دیں
دشمن پدر کی جان کے لاکھوں ہیں یہ لعیں
تنہا سمجھ کے قتل نہ ان کو کریں کہیں
[۱] تم کو میں سونپتا ہوں شہ مشرقینؑ کو
جانے نہ دینا خیمہ سے باہر حسینؑ کو

(۱۲۸)

یہ کہہ کے پھر سکوت کیا منہ پھرا لیا
اور رو بقبلہ ہوگئے پھیلائے دست و پا
اک آہ کرکے رہ گئے تن سرد ہوگیا
بانو پکاری لو علی اکبرؑ نے کی قضا
فصل بہار میں یہ خزاں میرا گل ہوا
اے بی بیو! چراغ مرے گھر کا گل ہوا

(۱۲۹)

تقدیر نے یہ کیا کیا اس خستہ جاں سے آہ
مجھ کو چھڑایا پیری میں اس نوجواں سے آہ
افسوس اپنے شیر کو پاؤں کہاں سے آہ
ناشاد و نامراد سدھارے جہاں سے آہ
داغ اپنا ہم کو دے گئے ٹکڑے جگر کیا
دولہا نہ بننے پائے جہاں سے سفر کیا

(۱۳۰)

بے جاں ہوا شبیہ رسالت مآبؐ کا
اکبرؑ کو راس آیا نہ عالم شباب کا
مرنے پہ نور پھیلا ہے اس آفتاب کا
کمہلا گیا یہ پھول ہمارا گلاب کا
صدقے میں لاکھ جان سے اپنے ہلال پر
کس کی نظر لگی مرے یوسف جمال پر

(بقیہ۔۔۔۔۔۔صفحہ ۱۲ پر)

(۱) یہاں پر ایک بند غائب ہے

(۱) کرتا ہوں آخری یہ وصیت میں آپ کو☆ باہر نہ جانے دیجیو خیمے سے باپ کو

موت سے ہمکنار ہوئے۔ نیزوں نے اُن کے جسم ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اور سب نیزے کھا کر زمین پر گر چکے۔

''کیا یہ صحیح ہے کہ عباسؑ کے ہاتھ بھی قطع ہو گئے تھے جیسا کہ لوگوں کا بیان ہے۔''

(۱۸/جون ۱۹۵۵ء/۱۶/شوال ۱۳۰۴ھ)

بقیہ ۔۔۔۔ مولانا سید اولاد حسین شاعر لکھنوی

ایک تربت بنی پھر خاکِ شفا سے سرِ دست
زندگی بھر رہا تیمور مئے عشق سے مست
اپنے ہی دعوے سے ہوتی ہے مورّخ کو شکست
کون اس کو کہے ظالم جو ہو مظلوم پرست
چتر کے سائے تھا، تلواروں کے یا سائے تھے
اس طرح ٹھاٹھ سے دلّی میں حسینؑ آئے تھے

چاند بی بی کا جو حال نظم کیا ہے وہ بھی لاجواب ہے۔ میدانِ جنگ میں گھوڑے پہ بیٹھی ہے اور سیاہ نقاب چہرے پر پڑی ہے، شمسی بھائی یہ بند لاجواب پڑھت میں ادا کرتے تھے۔

چاند بی بی قمر برجِ شرف مہر وقار
مَلکی دل، فلکی عزم، ہلالی تلوار
قلعۂ آگرہ تک آتی تھی جس کی جھنکار
قلعہ ٹوٹا نہ مگر ٹوٹ سکا دل کا حصار
کیوں جُھکے فرق کہ باخطِ جلی لکھا ہے
رہو حد پر کہ سرِ خود علیؑ لکھا ہے

(تیسرا مرثیہ) عنوان: **''مزدور اور اسلام''**

فاقہ کش بھی تھے نبیؑ فاتح و منصور بھی تھے
عزّتِ خاک بھی تھے مطلع والنور بھی تھے
ان کے گھر دولتِ کونین سے معمور بھی تھے
حق کے محبوب بھی تھے خلق کے مزدور بھی تھے
ہو اشارہ تو قمر شق ہو رسالت ایسی
سنگ خندق سے اٹھائے ہیں مشقّت ایسی

اس مرثیہ میں ۱۷۰ بند ہیں اور اس میں جنگ خندق نظم کی ہے اور آخر میں حضرت علیؑ کی شہادت کا بیان ہے۔ ✿✿✿

بقیہ ۔۔۔۔ مرثیہ مولانا سید صادق حسین عقیلؔ

(۱۳۱)

باتیں ابھی تو کرتے تھے ہے ہے یہ کیا ہوا
اُنگلی اٹھا کے جانب قبلہ یہ کیا پڑھا
ٹپکا پسینہ ماتھے سے تن سرد ہوگیا
کیا جلد میرے احمدؑ ثانی نے کی قضا
آنکھیں بھی بند ہوگئیں منکا بھی ڈھل گیا
میں دیکھتی ہی رہ گئی اور دم نکل گیا

(۱۳۲)

خاموش اے عقیلؔ کہ ٹکڑے ہوا جگر
اب کر یہ رو کے عرض کہ اے شاہؑ بحر و بر
روشن ہے اس غلام کا احوال آپ پر
جاؤں کہاں میں دامن دولت کو چھوڑ کر
مقبول اِس غلام کی یہ التجا کرو
آباد لکھنؤ کو برائے خدا کرو

نوٹ: اس مرثیے کا شروع کا ایک صفحہ غائب ہے جس کی وجہ سے چار بند نہیں مل سکے۔ بیچ کا ایک سو پچیسواں (۱۲۵) بند بھی سمجھ میں نہیں آیا۔

بقیہ ۔۔۔۔ مسلمانوں کی حقیقی اکثریت ۔۔۔

دوسرے کے بس کی یہ بات نہیں ہے۔ لیکن حسینؑ نے اپنے ساتھ غیر خاندان کی تمام جماعتوں کے بہت سے اصحاب انصار و اعوان کو مثال میں پیش کیا جن کے خیالات و احساسات و جذبات میں حد مشترک سوائے نصرت اسلام کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ حقیقۃً اتنے ہم آہنگ، ہم دل، ہم زبان، ثابت قدم، مستقل پختہ مسلمان دنیا کے سامنے بطور نمونۂ عمل کے نہ واقعہ کربلا کے پہلے کبھی پیش ہوئے نہ واقعہ کربلا کے بعد اور یہ واقعہ کربلا کا وہ پہلو ہے جس کی بنا پر مسلمانوں کو ہمیشہ اس کی یاد تازہ رکھنا چاہئے۔

نوٹ: یہ مضمون امامیہ مشن، لکھنؤ کے محرم ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء میں، پھر جنوری ۱۹۹۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔ (دیکھئے امامیہ مشن سلسلہ اشاعت نمبر ۲۷۳)